۵۔ اگر کسی واقعہ کے بارے میں اختلافِ روایات کی وجہ سے کچھ تضاد نظر آتا ہے تو ان میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعہ کے ضمن میں یہ روایت مشہور ہے کہ آپؐ نے حضرت عمرؓ اور ابو جہل دونوں سے متعلق دعا کی تھی کہ ان میں سے کسی ایک کے ذریعہ اسلام کو تقویت حاصل ہو، لیکن مستدرک حاکم میں مذکور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ نے صرف حضرت عمرؓ کے حق میں دعا کی تھی۔ ان روایتوں کو نقل کرنے کے بعد ان میں تطبیق دیتے ہوئے مصنف گرامی لکھتے ہیں: ''ہوسکتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے پہلے حضرت عمرؓ اور ابوجہل دونوں کے لیے اور بعد میں صرف حضرت عمرؓ کے حق میں دعا فرمائی ہو۔'' (ص ۱۸۰۔۱۸۱)

۶۔ کسی معاملہ یا واقعہ کی تفصیلات پڑھ کر قاری کے ذہن میں جو سوالات پیدا ہوسکتے ہیں، مصنفِ محترم خود ممکنہ سوال / سوالات اٹھا کر ان کا تشفی بخش جواب دیتے ہیں۔ اس سے متعلقہ بحث کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ کیجیے 'رسول اللہ ﷺ کے دعوتی مکاتیب' والا باب۔

۷۔ سیرت کے کسی پہلو یا واقعہ کے مطالعہ کے ضمن میں اپنے بیان کی تائید میں خاص ماخذ کے ذکر کے ساتھ مصنفِ محترم یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ یہ واقعہ یا معاملہ فلاں کتاب میں مزید تفصیل کے ساتھ یا کچھ مختلف انداز میں زیرِ بحث آیا ہے، وہاں دیکھا جاسکتا ہے۔ (مثلاً ملاحظہ کیجیے ص ۱۰۷، حاشیہ نمبر ۱، ص ۱۱۲، حاشیہ نمبر ۳، ص ۱۴۲، حاشیہ نمبر ۱، ص ۱۶۱، حاشیہ نمبر ۱، ص ۱۸۷، حاشیہ نمبر ۱، ص ۳۰۷، حاشیہ نمبر ۱)۔

۸۔ اس کتاب میں مؤلف گرامی صرف سیرت کے واقعات ہی بیان کرنے پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ ان کا گہرا تجزیہ بھی کرتے ہیں اور ان سے قیمتی نکات اخذ کرتے ہیں۔ بعض اوقات عصر حاضر میں ان کی معنویت بے نقاب کرتے ہیں اور موجودہ حالات میں ان سے کیا سبق حاصل کیا جاسکتا ہے؟ اسے واضح کرتے ہیں۔ اس کی ایک مثال ان اسباق میں ملتی ہے جنھیں مصنفِ موصوف نے چھ سات نکات کی صورت میں ہجرتِ حبشہ کے واقعات

سے اخذ کیا ہے۔ 'رسول اللہ ﷺ کے دعوتی مکاتیب' پر بحث کے آخر میں اس سے نتائج اخذ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ ''دعوت وتبلیغ کا ذریعہ تقریر ہی نہیں، بلکہ تحریر بھی ہے اور موجودہ دور میں اس کام کے لیے تحریر کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس کے ذریعہ زیادہ وسیع حلقہ تک اسلام کے اصول اور اس کی تعلیمات کی ترسیل کا امکان ہے اور مخاطب کو اس پر غور وفکر کا بہترین موقع ملتا ہے۔ (ص ۲۹۰۔۲۹۱) اس طرح کی مزید مثالیں صفحات ۱۹۸ اور ۱۶۳ پر دیکھی جا سکتی ہیں۔

۹۔ سیرتِ نبوی ﷺ کے کسی واقعہ سے کوئی فقہی مسئلہ نکلتا ہے تو مؤلفِ محترم نہ صرف اس کی وضاحت کرتے ہیں، بلکہ اس باب میں اگر فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے تو اس کی صراحت بھی کرتے ہیں۔ مثلاً اصحابِ صفہ کے تعلیمی و معاشی کوائف سے متعلق باب میں ایک صحابی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے آپؐ کے سامنے یہ عرض کیا کہ جن اہلِ صفہ کو وہ قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے ان میں سے ایک نے انھیں ایک کمان تحفہ میں دی ہے، جس سے وہ اللہ کے راستے میں تیر اندازی کریں گے۔ آپؐ نے اس پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''اگر تم چاہتے ہو کہ آگ کا طوق تمھاری گردن میں ڈال دیا جائے تو اس ہدیہ کو قبول کرلو۔'' حاشیہ میں اس سے ماخوذ فقہی مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے صاحبِ کتاب نے تحریر کیا ہے: ''فقہاء کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ قرآن کی تعلیم پر اجرت لی جا سکتی ہے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہؒ اور بعض دوسرے ائمہ نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ بعض دوسری روایات کی بنیاد پر امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ فقہاءِ احناف میں متاخرین نے یہ محسوس کرکے کہ اگر اجرت نہ دی جائے تو قرآن کی تعلیم متاثر ہوگی، اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ (ص ۳۶۹۔۳۷۰، حاشیہ نمبر ۱)

۱۰۔ سیرتِ نبوی ﷺ کے واقعات سے دعوتِ دین کے سلسلے میں جو رہ نمائی ملتی ہے، ان سے اسلام کی تبلیغ کے جو اصول وضوابط اخذ ہوتے ہیں اور خاص طور سے موجودہ دور کے دعاۃ ومبلغین کے لیے ان میں جو قیمتی سبق ملتا ہے، مؤلف گرامی نے کتاب میں مختلف مقامات پر ان نکات کو نمایاں کرکے پیش کیا ہے۔ (مثلاً ملاحظہ کیجیے ص